الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ۗ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۵۸﴾

کیا تو نے اسے نہیں دیکھا جو سلطنت پا کر ابراہیمؑ سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑ رہا تھا۔ جب ابراہیمؑ نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ وہ کہنے لگا' میں زندہ کرتا اور مارتا ہوں' ابراہیمؑ نے کہا اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق کی طرف سے لے آتا ہے' تو اسے مغرب کی جانب سے لے آ' اب تو وہ کافر حیران رہ گیا اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا ○

ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا سامنا: ☆☆ (آیت:۲۵۸) اس بادشاہ کا نام نمرود بن کنعان بن سام بن نوح تھا۔ اس کا پایہ تخت بابل تھا۔ اس کے نسب نامہ میں کچھ اختلاف بھی ہے' حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' دنیا کی مشرق مغرب کی سلطنت رکھنے والے چار ہوئے ہیں جن میں سے دو مومن ہیں اور دو کافر' حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام اور حضرت ذوالقرنین اور کافروں میں نمرود اور بخت نصر' فرمان ہوتا ہے کہ اے نبی تم نے اسے نہیں دیکھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وجود باری تعالیٰ میں مباحثہ کرنے لگا۔ یہ شخص خود اللہ ہونے کا مدعی تھا۔ جیسے اس کے بعد فرعون نے بھی اپنے والوں میں دعویٰ کیا تھا کہ میں اپنے سوا کسی کو تمہارا رب نہیں جانتا' چونکہ ایک مدت مدید اور عرصہ بعید سے یہ بادشاہ چلا آتا تھا۔ اس لئے دماغ میں رعونت اور انانیت آ گئی تھی۔ سرکشی اور تکبر' نخوت اور غرور طبیعت میں سما گیا تھا' بعض لوگ کہتے ہیں چار سو سال تک حکومت کرتا رہا تھا' حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جب اس نے وجود باری تعالیٰ پر دلیل مانگی تو آپ نے نیست سے ہست اور ہست سے نیست کرنے کی دلیل دی جو ایک بدیہی اور مثل آفتاب روشن دلیل تھی کہ موجودات کا پہلے کچھ نہ ہونا' پھر ہونا' پھر مٹ جانا کھلی دلیل ہے' موجد اور پیدا کرنے والے کے موجود ہونے کی اور وہی اللہ ہے' نمرود نے جواباً کہا کہ یہ تو میں بھی کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر دو شخصوں کو اس نے بلوایا جو واجب القتل تھے۔ ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو رہا کر دیا۔ دراصل یہ جواب اور یہ دعویٰ کس قدر لچر اور بے معنی ہے۔ اس کے بیان کی بھی ضرورت نہیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو صفات باری میں سے ایک صفت پیدا کرنا اور پھر نیست کر دینا بیان کی تھی اور اس نے نہ تو انہیں پیدا کیا نہ ان کی یا اپنی موت' حیات پر اسے قدرت' لیکن جہلا کو بھڑکانے کے لئے اور اپنی علمیت جتانے کے لئے باوجود اپنی غلطی اور مباحثہ کے اصول سے طریقہ فرار کو جانتے ہوئے صرف ایک بات بنالی۔

ابراہیم علیہ السلام بھی اس کو سمجھ گئے اور آپ نے اس کند ذہن کے سامنے ایسی دلیل پیش کر دی کہ صورتاً بھی اس کی مشابہت نہ کر سکے' چنانچہ فرمایا کہ جب تو پیدائش اور موت تک کا اختیار رکھتا ہے تو مخلوق پر تصرف تیرا پورا ہونا چاہئے' میرے اللہ نے تو یہ تصرف کیا کہ سورج کو حکم دے دیا ہے کہ وہ مشرق کی طرف سے نکلا کرے چنانچہ وہ نکل رہا ہے' اب تو اسے حکم دے کہ وہ مغرب کی طرف سے نکلے۔ اس کا کوئی ظاہری ٹوٹا پھوٹا جواب بھی اس سے نہ بن پڑا اور بے زبان ہو کر اپنی عاجزی کا معترف ہو گیا اور اللہ کی حجت اس پر پوری ہو گئی لیکن چونکہ ہدایت نصیب نہ تھی' راہ یافتہ نہ ہو سکا ایسے بدوضع لوگوں کو اللہ کوئی دلیل نہیں سمجھاتا اور وہ حق کے مقابلے میں بغلیں جھانکتے ہی نظر آتے ہیں۔ ان پر اللہ کا غضب وغصہ اور ناراضگی ہوتی ہے اور اس کے لئے اس جہان میں بھی سخت عذاب ہوتے ہیں۔

بعض منطقیوں نے کہا ہے کہ حضرت خلیل اللہؑ نے یہاں ایک واضح دلیل کے بعد دوسری اس سے بھی زیادہ واضح دلیل پیش کر دی لیکن درحقیقت یوں نہیں بلکہ پہلی دلیل دوسری دلیل کا مقدمہ تھی اور ان دونوں میں سے نمرود کے دعویٰ کا بطلان بالکل واضح ہو گیا اصل دلیل پیدائش وموت ہی ہے چونکہ اس کا دعویٰ اس ناسمجھ مشت خاک نے بھی کیا تو لازم تھا کہ جو بنانے بگاڑنے پر نہ صرف قادر ہو بلکہ بناؤ بگاڑ کا بھی خالق ہو اس کی ملکیت پوری طرح اسی کے قبضہ میں ہونی چاہئے اور جس طرح موت وحیات کے احکام اس کے جاری ہو جاتے ہیں' اسی طرح دوسرے احکام بھی جاری ہو جائیں' پھر کیا وجہ کہ سورج جو کہ ایک مخلوق ہے' اس کی فرمانبرداری اور اطاعت

گزاری نہ کرے اور اس کے کہنے سے مشرق کی بجائے مغرب سے نہ نکلے؟ پس ابراہیم علیہ السلام نے اس پر اس مباحثہ میں کھلا غلبہ پایا اور اسے بالکل لاجواب کر دیا۔ فالحمدللہ۔

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' یہ مناظرہ حضرت ابراہیمؑ کے آگ سے نکل آنے کے بعد ہوا تھا اس سے پہلے آپ کی اس ظالم بادشاہ سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ زید بن اسلم کا قول ہے کہ قحط سالی تھی۔ لوگ نمرود کے پاس جاتے تھے اور غلہ لے آتے تھے' حضرت خلیل اللہ علیہ السلام بھی گئے وہاں یہ مناظرہ ہو گیا بدبخت نے آپ کو غلہ نہ دیا۔ آپ خالی ہاتھ واپس آ گئے۔ گھر کے قریب پہنچ کر آپ نے دونوں بوریوں میں ریت بھر لی کہ گھر والے سمجھیں کچھ لے آئے' گھر آتے ہی بوریاں رکھ کر سو گئے' آپ کی بیوی صاحبہ حضرت سارہ اٹھیں بوریوں کو کھولا تو دیکھا کہ عمدہ اناج سے دونوں پر ہیں' کھانا پکا کر تیار کیا' آپ کی بھی آنکھ کھلی۔ دیکھا کہ کھانا تیار ہے۔ پوچھا اناج کہاں سے آیا کہا دو بوریاں جو آپ بھر کر لائے ہیں انہی میں سے یہ اناج نکالا تھا' آپ سمجھ گئے کہ یہ اللہ جل شانہ کی طرف سے برکت اور اس کی رحمت ہے۔ اس ناہنجار بادشاہ کے پاس اللہ نے ایک فرشتہ بھیجا' اس نے آ کر اسے توحید کی دعوت دی لیکن اس نے قبول نہ کی' دوبارہ دعوت دی لیکن انکار کیا' تیسری مرتبہ اللہ کی طرف بلایا لیکن پھر بھی یہ منکر ہی رہا اس بار بار کے انکار کے بعد فرشتے نے اس سے کہا' اچھا تو اپنا لشکر تیار کر' میں بھی اپنا لشکر لے آتا ہوں' نمرود نے بڑا بھاری لشکر تیار کیا اور زبردست فوج کو لے کر سورج نکلنے کے وقت میدان میں آ ڈٹا' ادھر اللہ تعالیٰ نے مچھروں کا ایک دروازہ کھول دیا' بڑے بڑے مچھر اس کثرت سے آئے کہ لوگوں کو سورج بھی نظر نہ آتا تھا' اللہ کی یہ فوج نمرودیوں پر گری اور تھوڑی دیر میں ان کا خون تو کیا ان کا گوشت پوست سب کھا پی گئی اور سارے کے سارے یہیں ہلاک ہو گئے' ہڈیوں کا ڈھانچہ باقی رہ گیا' انہی مچھروں میں سے ایک نمرود کے نتھنے میں گھس گیا اور چار سو سال تک اس کا دماغ چاٹتا رہا' ایسے عذاب میں وہ رہا کہ اس سے موت ہزاروں درجے بہتر تھی' اپنا سر دیواروں اور پتھروں پر مارتا پھرتا تھا' ہتھوڑوں سے کچلواتا تھا' یونہی رینگ رینگ کر بدنصیب نے ہلاکت پائی۔ اعاذنا اللہ

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ ۖ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٥٩﴾

یا مانند اس شخص کے جس کا گزر اس بستی پر ہوا جو منہ کے بل اوندھی پڑی ہوئی تھی کہنے لگا' اسے اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ کس طرح زندہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے اسے مار دیا' سو سال کے بعد اسے اٹھایا پوچھا کتنی مدت تجھ پر گزری؟ کہنے لگا' ایک دن یا دن کا کچھ حصہ فرمایا بلکہ تو سو سال تک رہا اب تو اپنے کھانے پینے کو دیکھ کہ

بالکل خراب نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو بھی دیکھ، ہم تجھے لوگوں کے لئے ایک نشانی بناتے ہیں تو دیکھ کہ ہڈیوں کو ہم کس طرح اٹھا بٹھاتے ہیں پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں، جب یہ سب اس پر ظاہر ہو چکا تو کہنے لگا میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے O

سو سال بعد: ☆☆ (آیت:۲۵۹) اوپر جو واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مباحثہ کا گزرا اس پر اس کا عطف ہے، یہ گزرنے والے یا تو حضرت عزیر علیہ السلام تھے جیسا کہ مشہور ہے یا ارمیا بن خلقیا تھے اور یہ نام حضرت خضر کا ہے یا خرقیل بن بوار تھے یا بنی اسرائیل کا ایک شخص تھا۔ یہ بستی بیت المقدس تھی اور یہی قول مشہور ہے۔ بخت نصر نے جب اسے اجاڑا، یہاں کے باشندوں کو تہ تیغ کیا، مکانات گرا دیئے اور اس آباد بستی کو بالکل ویرانہ کر دیا، اس کے بعد یہ بزرگ یہاں سے گزرے، انہوں نے دیکھا کہ ساری بستی تہ و بالا ہو گئی ہے، نہ مکان ہیں نہ مکین تو وہاں ٹھہر کر سوچنے لگے کہ بھلا ایسا بڑا پر رونق شہر جو اس طرح اجڑا ہے، یہ پھر کیسے آباد ہو گا؟ اللہ تعالیٰ نے خود ان پر موت نازل فرمائی۔ یہ تو اسی حالت میں رہے اور وہاں ستر سال کے بعد بیت المقدس پھر آباد ہو گیا۔ بھاگے ہوئے بنی اسرائیل بھی پھر آ پہنچے اور شہر کھچا کھچ بھر گیا وہی اگلی سی رونق اور چہل پہل ہو گئی اب سو سال کامل کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا اور سب سے پہلے روح آنکھوں میں آئی تاکہ اپنا جی اٹھنا خود دیکھ سکیں، جب سارے بدن میں روح پھونک دی گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے ذریعہ پچھوایا کہ کتنی مدت تک تم مردہ رہے؟ جس کے جواب میں کہا کہ ابھی تو ایک دن بھی پورا نہیں ہوا۔

وجہ یہ ہوئی کہ صبح کے وقت ان کی روح نکلی تھی اور سو سال کے بعد جب جیے ہیں تو شام کا وقت تھا۔ خیال کیا کہ یہ وہی دن ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ایک سو سال کامل تک مردہ رہے۔ اب ہماری قدرت دیکھو کہ تمہارا توشہ بھتا جو تمہارے ساتھ تھا، باوجود سو سال گزر جانے کے بھی ویسا ہی ہے، نہ سڑا نہ خراب ہوا ہے، یہ توشہ انگور اور انجیر اور عصیر تھا نہ تو یہ شیرہ بگڑا تھا نہ انجیر کھٹے ہوئے تھے نہ انگور خراب ہوئے تھے بلکہ ٹھیک اپنی اصلی حالت پر تھے، اب فرمایا یہ تیرا گدھا جس کی بوسیدہ ہڈیاں تیرے سامنے پڑی ہیں، انہیں دیکھ تیرے دیکھتے ہوئے ہم اسے زندہ کرتے ہیں ہم خود تیری ذات کو لوگوں کے لئے دلیل بنانے والے ہیں کہ انہیں قیامت کے دن اپنے دوبارہ جی اٹھنے پر یقین کامل ہو جائے، چنانچہ ان کے دیکھتے ہوئے ہڈیاں اٹھیں اور ایک ایک کے ساتھ جڑیں۔

مستدرک حاکم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات نُنْشِزُهَا ''ز'' کے ساتھ ہے اور اسے نُنْشِرُهَا ''ر'' کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے یعنی زندہ کریں گے، مجاہد کی قرات یہی ہے، سدی وغیرہ کہتے ہیں یہ ہڈیاں ان کے دائیں بائیں پھیلی پڑی تھیں اور بوسیدہ ہونے کی وجہ سے ان کی سفیدی چمک رہی تھی، ہوا سے یہ سب یکجا جمع ہو گئیں۔ پھر ایک ایک ہڈی اپنی اپنی جگہ جڑ گئی اور ہڈیوں کا پورا ڈھانچہ قائم ہو گیا جس پر گوشت مطلق نہ تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے گوشت رگیں، پٹھے اور کھال پہنا دی، پھر فرشتے کو بھیجا جس نے اس کے نتھنے میں پھونک ماری، بس اللہ کے حکم سے اسی وقت زندہ ہو گیا اور آواز نکالنے لگا، ان تمام باتوں کو حضرت عزیرؑ دیکھتے رہے اور قدرت کی یہ ساری کاریگری ان کی آنکھوں کے سامنے ہی ہوئی، جب یہ سب کچھ دیکھ چکے تو کہنے لگے اس بات کا علم تو مجھے تھا ہی کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے لیکن اب میں نے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیا تو میں اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے زیادہ علم و یقین والا ہوں۔ بعض لوگوں نے اَعْلَمُ کو اِعْلَمْ بھی پڑھا ہے، یعنی اللہ مقتدر نے فرمایا کہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۭ قَالَ بَلٰي وَلٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِيْ ۭ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ

الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا
ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۚ وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦٠﴾ ع ۳ ۲۵

اور جب ابراہیمؑ نے کہا کہ اے میرے پروردگار مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے جناب باری نے فرمایا' کیا تمہیں ایمان نہیں؟ جواب دیا ایمان تو ہے؟ لیکن میرے دل کی تسکین ہو جائے گی فرمایا چار پرندلو ان کے ٹکڑے کر ڈالو پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دو' پھر انہیں پکارو' تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آ جائیں گے۔ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمتوں والا ہے ○

معمہ حیات وموت: ☆☆ (آیت: ۲۶۰) حضرت ابراہیمؑ کے اس سوال کی بہت سی وجوہات تھیں' ایک تو یہ کہ چونکہ یہی دلیل آپ نے نمرود مردود کے سامنے پیش کی تھی تو آپ نے چاہا کہ علم الیقین سے عین الیقین حاصل ہو جائے' جانتا تو ہوں ہی لیکن دیکھ بھی لوں۔ صحیح بخاری شریف میں اس آیت کے موقعہ کی ایک حدیث ہے۔ جس میں ہے کہ ہم شک کے حقدار بہ نسبت حضرت ابراہیم کے زیادہ ہیں جبکہ انہوں نے کہا رَبِّ اَرِنِیْ الخ' تو اس سے کوئی جاہل یہ نہ سمجھے کہ حضرت خلیل اللہ کو اللہ کی اس صفت میں شک تھا' اس حدیث کے بہت سے جواب ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔ (شاید یہ ہوگا کہ ہم خلیل اللہ سے کمزور ایمان والے ہونے کے باوجود خلاق عالم کی اس صفت میں شک نہیں کرتے تو خلیل اللہ کو شک کیوں ہوگا؟ مترجم) اب رب العالمین' خالق کل فرماتا ہے کہ چار پرندے لو' مفسرین کے اس بارے میں کئی قول ہیں کہ کون کون سے پرند حضرت ابراہیم نے لئے تھے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس کا علم ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور اس کا نہ جاننا ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتا' کوئی کہتا ہے وہ کلنگ اور مور اور مرغ اور کبوتر تھے۔ کوئی کہتا ہے وہ مرغابی اور سیمرغ کا بچہ اور مرغ اور مور تھے۔ کوئی کہتا ہے کبوتر مرغ مور اور کوا تھے۔ پھر انہیں کاٹ کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔ حضرت ابن عباسؓ یہی فرماتے ہیں۔

اور روایت میں ہے اپنے پاس رکھ لیا جب مل گئے انہیں ذبح کر دیا پھر ٹکڑے ٹکڑے الگ الگ کر دیئے۔ پس آپ نے چار پرند لئے' ذبح کر کے ان کے ٹکڑے کیے۔ پھر اکھیڑ دیئے اور سارے مختلف ٹکڑے آپس میں ملا دیئے۔ پھر چاروں پہاڑوں پر وہ ٹکڑے رکھ دیئے اور سب پرندوں کے سر اپنے ہاتھ میں رکھے پھر بحکم الٰہ انہیں بلانے لگے جس جانور کو آواز دیتے اس کے بکھرے ہوئے پر ادھر ادھر سے اڑتے اور آپس میں جڑتے۔ اسی طرح خون خون کے ساتھ ملتا اور باقی اجزا بھی جس جس پہاڑ پر ہوتے آپس میں مل جاتے اور پرندہ اڑتا ہوا آپ کے پاس آتا' آپ اسے دوسرے پرند کا سر دیتے تو وہ قبول نہ کرتا' خود اس کا سر دیتے تو وہ بھی جڑ جاتا' یہاں تک کہ ایک ایک کر کے یہ چاروں پرند زندہ ہو کر اڑ گئے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اور مردوں کے زندہ ہونے کا یہ ایمان افروز نظارہ خلیل اللہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

پھر فرماتا ہے کہ جان لے اللہ تعالیٰ غالب ہے' کوئی چیز اسے عاجز نہیں کر سکتی جس کام کو وہ چاہے بے روک ہو جاتا ہے۔ ہر چیز اس کے قبضے میں ہے' وہ اپنے اقوال و افعال میں حکیم ہے۔ اسی طرح اپنے انتظام میں اور شریعت کے مقرر کرنے میں بھی' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام سے جناب باری کا یہ سوال کرنا کہ کیا تو ایمان نہیں لایا اور حضرت خلیل اللہ کا یہ جواب دینا کہ ہاں ایمان تو ہے لیکن دلی اطمینان چاہتا ہوں' یہ آیت مجھے تو اور تمام آیتوں سے زیادہ امید دلانے والی معلوم ہوتی ہے' مطلب یہ ہے کہ ایک ایماندار کے دل میں اگر کوئی خطرہ وسوسہ شیطانی پیدا ہو تو اس پر پکڑ نہیں' حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کی ملاقات ہوتی ہے تو پوچھتے ہیں کہ قرآن میں سب سے زیادہ امید پیدا کرنے والی آیت کون سی ہے؟ عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں لَا تَقْنَطُوْا الخ' والی آیت جس میں ارشاد ہے کہ اے میرے گنہگار بندو میری رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ میں سب گناہوں کو بخش دیتا ہوں' ابن

عباسؓ نے فرمایا میرے نزدیک تو اس امت کے لئے سب سے زیادہ ڈھارس بندھانے والی آیت حضرت ابراہیم کا یہ قول' پھر رب دو عالم کا سوال اور آپ کا جواب ہے (عبدالرزاق وابن ابی حاتم وغیرہ)

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾

جولوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سے سات بالیں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں' اور اللہ جسے چاہے بڑھا چڑھا کر دے اور اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے ○

سوگنا زیادہ ثواب: ☆☆ (آیت:۲۶۱) اس آیت میں بیان ہو رہا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں اپنے مال کو خرچ کرے' اسے بڑی برکتیں اور بہت بڑے ثواب ملتے ہیں اور نیکیاں سات سو گنا کر کے دی جاتی ہیں' تو فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں یعنی اللہ کی فرماں برداری میں جہاد کے گھوڑوں کو پالنے میں' ہتھیار خریدنے میں' حج کرنے کرانے میں خراج کراتے ہیں۔ اللہ کے نام دیئے ہوئے کی مثال کس پاکیزگی سے بیان ہو رہی ہے جو آنکھوں میں کھب جائے اور دل میں گھر کر جائے' ایک دم یوں فرما دینا کہ اس کے بدلے سات سو ملیں گے' اس سے بہت زیادہ لطافت اس کلام اور اس مثال میں ہے اور پھر اس میں اشارہ ہے کہ اعمال صالحہ اللہ کے پاس بڑھتے رہتے ہیں جس طرح تمہارے بوئے ہوئے بیج کھیت میں بڑھتے بڑھاتے رہتے ہیں۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ احمد مجتبیٰ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص اپنی بچی ہوئی چیز فی سبیل اللہ دیتا ہے' اسے سات سو کا ثواب ملتا ہے اور جو شخص اپنی جان پر اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے' اسے دس گنا ملتا ہے اور بیمار کی عیادت کا ثواب بھی دس گنا ملتا ہے' روزہ ڈھال ہے جب تک کہ اسے خراب نہ کرے' جس شخص پر کوئی جسمانی بلا' مصیبت دکھ درد' بیماری آئے' وہ اس کے گناہوں کو جھاڑ دیتی ہے' یہ حدیث حضرت ابوعبیدہؓ نے اس وقت بیان فرمائی تھی جبکہ آپ سخت بیمار تھے اور لوگ عیادت کے لئے گئے تھے' آپ کی بیوی صاحبہ سرہانے بیٹھی تھیں۔ ان سے پوچھا کہ رات کیسی گزری؟ انہوں نے کہا نہایت سختی سے' آپ کا منہ اس وقت دیوار کی جانب تھا' یہ سنتے ہی لوگوں کی طرف منہ کیا اور فرمایا میری رات سختی کی نہیں گزری اس لئے کہ میں نے حضورؐ سے یہ سنا ہے۔

مسند احمد کی اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے نکیل والی اونٹنی خیرات کی' آنحضرت ﷺ نے فرمایا' یہ قیامت کے دن سات سو نکیل والی اونٹنیاں پائے گا' مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کی ایک نیکی کو دس نیکیوں کے برابر کر دیا ہے اور پھر وہ بڑھتی رہتی ہیں سات سو تک مگر روزہ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' وہ خاص میرے ہی لئے ہے اور میں آپ اس کا اجر و ثواب دوں گا' روزے دار کو دو خوشیاں ہیں۔ ایک افطار کے وقت' دوسری قیامت کے دن' روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے' دوسری حدیث میں اتنی زیادتی اور ہے کہ روزے دار اپنے کھانے پینے کو صرف میری وجہ سے چھوڑتا ہے' آخر میں ہے' روزہ ڈھال ہے' روزہ ڈھال ہے۔

مسند کی اور حدیث میں ہے' نماز روزہ اللہ کا ذکر ہیں اللہ کی راہ کے خرچ پر سات سو گنے بڑھ جاتے ہیں' ابن ابی حاتم کی حدیث

میں ہے کہ جو شخص جہاد میں کچھ مالی مدد دے گو خود نہ جائے تاہم اسے ایک کے بدلے سات سو کے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے اور خود بھی شریک ہو تو ایک درہم کے بدلے سات لاکھ درہم کے خرچ کا ثواب ملتا ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ یہ حدیث غریب ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ والی حدیث مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ کی تفسیر میں پہلے گزر چکی ہے جس میں ہے کہ ایک کے بدلے دو کروڑ کا ثواب ملتا ہے' ابن مردویہ میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی علیہ صلوۃ اللہ نے دعا کی کہ اے اللہ میری امت کو کچھ اور زیادتی عطا فرما تو مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ والی آیت اتری اور آپ نے پھر بھی یہی دعا کی تو آیت اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ اتری' پس ثابت ہوا کہ جس قدر اخلاص عمل میں ہو' اسی قدر ثواب میں زیادتی ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ بڑے وسیع فضل و کرم والا ہے' وہ جانتا ہے کہ کون کس قدر مستحق ہے اور کسے استحقاق نہیں' فَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًی لَّھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ یَّتْبَعُھَآ اَذًی وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ﴿۲۶۳﴾ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی کَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَہٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْہِ تُرَابٌ فَاَصَابَہٗ وَابِلٌ فَتَرَکَہٗ صَلْدًا لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا کَسَبُوْا وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۲۶۴﴾

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں' پھر اس کے بعد نہ تو احسان جتاتے ہیں' نہ ایذا دیتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے' ان پر نہ تو کچھ خوف ہے نہ وہ اداس ہوں گے ○ نرم بات کہنا اور معاف کر دینا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد ایذا رسانی ہو' اللہ بے نیاز اور بردبار ہے ○ ایمان والو اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر برباد نہ کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے اور نہ اللہ پر ایمان رکھے نہ قیامت پر' اس کی مثال اس صاف پتھر کی طرح ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو۔ پھر اس پر زور کا مینہ برسے اور وہ اسے بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے' ان ریاکاروں کو اپنی کمائی میں سے کوئی چیز ہاتھ نہیں لگتی' اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو راہ نہیں دکھاتا ○

مخیر حضرات کی تعریف اور ہدایات: ☆☆ (آیت: ۲۶۲-۲۶۴) اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے ان بندوں کی مدح و تعریف کرتا ہے جو خیرات و صدقات کرتے ہیں اور پھر جسے دیتے ہیں اس پر احسان جتانے نہیں بیٹھتے نہ ہی اپنی زبان یا اپنے کسی فعل سے اس شخص کو کوئی نقصان پہنچاتے ہیں' ان سے ایسے جزائے خیر کا وعدہ فرماتا ہے کہ ان کا اجر و ثواب رب دو عالم کے ذمہ ہے۔ ان پر قیامت کے دن کوئی ہول اور خوف و خطر نہ ہوگا اور نہ دنیا اور بال بچے چھوٹ جانے کا انہیں کوئی غم و رنج ہوگا' اس لئے کہ وہاں پہنچ کر اس سے بہتر چیزیں انہیں مل چکی ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ کلمہ خیر زبان سے نکالنا' کسی مسلمان بھائی کے لئے دعا کرنا' درگزر کرنا' خطاوار کو معاف کر دینا اس صدقے سے بہت

بہتر ہے جس کی تہہ میں ایذا دہی ہو‘ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اکرم حضرت محمد مصطفی ﷺ فرماتے ہیں کوئی صدقہ نیک کام سے افضل نہیں' کیا تم فرمان باری قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ الخ‘ نہیں سنا‘ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق سے بے نیاز ہے اور ساری مخلوق اس کی محتاج ہے‘ وہ حلیم اور بردبار ہے۔ گناہوں کو دیکھتا ہے اور حلم و کرم کرتا ہے بلکہ معاف فرما دیتا ہے‘ تجاوز کر لیتا ہے اور بخش دیتا ہے صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات چیت نہ کرے گا نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا نہ انہیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہیں‘ ایک تو دے کر احسان جتانے والا‘ دوسرا ٹخنوں سے نیچے پاجامہ اور تہمد لٹکانے والا‘ تیسرا اپنے سودے کو جھوٹی قسم کھا کر بیچنے والا‘ ابن ماجہ وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ ماں باپ کا نافرمان‘ خیرات صدقہ کر کے احسان جتانے والا‘ شرابی اور تقدیر کو جھٹلانے والا جنت میں داخل نہ ہو گا۔

نسائی میں ہے‘ تین شخصوں کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دیکھے گا بھی نہیں‘ ماں باپ کا نافرمان‘ شراب کا عادی اور دے کر احسان جتانے والا‘ نسائی کی اور حدیث میں ہے یہ تینوں شخص جنت میں داخل نہ ہوں گے‘ اسی لئے اس آیت میں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے صدقات وخیرات کو منت واحسان رکھ کر اور تکلیف پہنچا کر برباد نہ کرو۔ اس احسان کے جتانے اور تکلیف کے پہنچانے کا گناہ صدقہ اور خیرات کا ثواب باقی نہیں رکھتا۔ پھر مثال دی کہ احسان اور تکلیف وہی کے صدقے کے غارت ہو جانے کی مثال اس صدقہ جیسی ہے جو ریا کاری کے طور پر لوگوں کے دکھاوے کے لئے دیا جائے۔ اپنی سخاوت اور فیاضی اور نیکی کی شہرت مدنظر ہو‘ لوگوں میں تعریف وستائش کی چاہت ہو‘ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب نہ ہو نہ اس کے ثواب پر نظر ہو‘ اسی لئے اس جملے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہ ہو تو اس ریاکارانہ صدقے کی اور اس احسان جتانے اور تکلیف پہنچانے کے صدقہ کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی صاف چٹیل پتھر کی چٹان ہو جس پر مٹی بھی پڑی ہوئی ہو‘ پھر سخت شدت کی بارش ہو تو جس طرح اس پتھر کی تمام مٹی دھل جاتی ہے اور کچھ بھی باقی نہیں رہتی‘ اسی طرح ان دونوں قسم کے لوگوں کے خرچ کی کیفیت ہے کہ گو لوگ سمجھتے ہوں کہ اس کے صدقہ کی نیکی اس کے پاس ہے‘ جس طرح بہ ظاہر پتھر پر مٹی نظر آتی تھی لیکن جیسے کہ بارش سے وہ مٹی جاتی رہی‘ اسی طرح اس کے احسان جتانے یا تکلیف پہنچانے یا ریاکاری کرنے سے وہ ثواب بھی جاتا رہا اور اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے گا تو کچھ بھی جزا نہ پائے گا‘ اپنے اعمال میں سے کسی چیز پر قدرت نہ رکھے گا‘ اللہ تعالیٰ کافر گروہ کی راہ راست کی طرف رہبری نہیں کرتا۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا
مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا
ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾

ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضامندی کی طلب میں دل کی خوشی اور یقین کے ساتھ خرچ کرتے ہیں‘ اس باغ جیسی ہے جو اونچی اور تر زمین پر ہو اور پوری بارش اس پر برسے اور وہ اپنا پھل دگنا لائے اور اگر بارش اس پر نہ بھی برسے تو شبنم ہی کافی ہے‘ اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھ رہا ہے ○

سدابہار عمل: ☆☆ (آیت: ۲۶۵) یہ مثال مومنوں کے صدقات کی دی جن کی نیتیں اللہ کو خوش کرنے کی ہوتی ہیں اور جزائے خیر ملنے کا بھی پورا یقین ہوتا ہے‘ جیسے حدیث میں ہے جس شخص نے رمضان کے روزے ایمانداری کے ساتھ ثواب ملنے کے یقین پر رکھے‘ رَبْوَہ کہتے ہیں اونچی زمین کو جہاں نہریں چلتی ہیں اس لفظ کو بِرُبْوَةٍ اور بِرِبْوَةٍ بھی پڑھا گیا ہے۔ وَابِلٌ کے معنی سخت بارش کے ہیں۔ وہ دوگنا پھل

لاتی ہے یعنی بہ نسبت دوسرے باغوں کی زمین کے یہ باغ ایسا ہے اور ایسی جگہ واقع ہے کہ بالفرض بارش نہ بھی ہوتا ہم صرف شبنم سے ہی پھلتا پھولتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ موسم خالی جائے' اسی طرح ایمانداروں کے اعمال کبھی بھی بے اجر نہیں رہتے۔ وہ ضرور بدلہ دلواتے ہیں' ہاں اس جزا میں فرق ہوتا ہے جو ہر ایماندار کے خلوص اور اخلاص اور نیک کام کی اہمیت کے اعتبار سے بڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر اپنے بندوں میں سے کسی بندے کا کوئی عمل مخفی اور پوشیدہ نہیں۔

اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَہٗ جَنَّۃٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ لَہٗ فِیْھَا مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ وَاَصَابَہُ الْکِبَرُ وَلَہٗ ذُرِّیَّۃٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَھَآ اِعْصَارٌ فِیْہِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾ ع ۳۶

کیا تم میں سے کوئی بھی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا باغ جس میں نہریں بہہ رہی ہوں اور ہر قسم کے پھل موجود ہوں' اس شخص کو بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کے ننھے ننھے سے بچے بھی ہوں' اور اچانک باغ میں آندھی آئے جس میں آگ بھی ہو اور باغ کو وہ جلا ڈالے اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آیتیں بیان کرتا ہے تا کہ تم غور و فکر کرو O

کفر اور بڑھاپا: ☆☆ (آیت: ۲۶۶) صحیح بخاری شریف میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن صحابہ سے پوچھا' جانتے ہو کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی۔ انہوں نے کہا اللہ زیادہ جاننے والا ہے' آپ نے ناراض ہو کر فرمایا تم جانتے ہو یا نہیں۔ اس کا صاف جواب دو' حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا امیر المومنین میرے دل میں ایک بات ہے' آپ نے فرمایا' بھتیجے کہو اور اپنے نفس کو اتنا حقیر نہ کرو' فرمایا ایک عمل کی مثال دی گئی ہے۔ پوچھا کون سا عمل؟ کہا ایک مالدار شخص جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کام کرتا ہے۔ پھر شیطان اسے بہکاتا ہے اور وہ گناہوں میں مشغول ہو جاتا ہے اور اپنے نیک اعمال کو کھو دیتا ہے۔ پس یہ روایت اس آیت کی پوری تفسیر ہے۔ اس میں بیان ہو رہا ہے کہ ایک شخص نے ابتداء میں اچھے عمل کئے پھر اس کے بعد اس کی حالت بدل گئی اور برائیوں میں پھنس گیا اور پہلے کی نیکیوں کا ذخیرہ برباد کر دیا اور آخری وقت جبکہ نیکیوں کی بہت زیادہ ضرورت تھی' یہ خالی ہاتھ رہ گیا' جس طرح ایک شخص ہے جس نے باغ لگایا' پھل اتارتا رہا لیکن جبکہ بڑھاپے کے زمانہ کو پہنچا' چھوٹے بچے بھی ہیں' آپ کسی کام کاج کے قابل بھی نہیں رہا' اب مدار زندگی صرف وہ ایک باغ ہے' اتفاقاً آندھی چلی' اس میں آگ بھی تھی اور وہ ہرا بھرا لہلہاتا باغ دم بھر میں لاکھ کا خاک ہو گیا۔

اسی طرح یہ شخص ہے کہ پہلے تو نیکیاں کر لیں۔ پھر برائیوں پر اتر آیا اور خاتمہ اچھا نہ ہوا تو جب ان نیکیوں کے بدلے کا وقت آیا تو خالی ہاتھ رہ گیا' کافر شخص بھی جب اللہ کے پاس جاتا ہے تو وہاں تو کچھ کرنے کی طاقت نہیں جس طرح اس بڈھے کو' اور جو کیا ہے وہ کفر کی آگ والی آندھی نے برباد کر دیا۔ اب پیچھے سے بھی کوئی اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتا جس طرح اس بڈھے کی کم سن اولاد اسے کوئی کام نہیں دے سکتی' مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا یہ بھی تھی اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِکَ عَلَیَّ عِنْدَ کِبَرِ سِنِّیْ وَانْقِضَاءِ عُمُرِیْ اے اللہ اپنی روزی کو سب سے زیادہ مجھے اس وقت عنایت فرما جب میری عمر بڑی ہو جائے اور ختم ہونے کو آئے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے یہ مثالیں بیان فرما دیں' تم بھی غور و فکر' تدبر و تفکر کرو' سوچو سمجھو اور عبرت و نصیحت حاصل کرو۔ جیسے فرمایا وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ

نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ان مثالوں کو ہم نے لوگوں کے لئے بیان فرما دیا۔ انہیں علماء ہی خوب سمجھ سکتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾

ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی اور زمین میں سے تمہارے لئے ہماری نکالی ہوئی چیزوں کو خرچ کرو اور ان میں سے بری چیزوں کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرنا جسے تم خود لینے والے نہیں ہو ہاں اگر آنکھیں بند کر لو تو۔ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور خوبیوں والا ہے ○ شیطان تمہیں فقیری سے دھمکاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ وسعت والا اور علم والا ہے ○ وہ جسے چاہے حکمت اور دانائی دیتا ہے اور جو حکمت اور سمجھ دیا جائے وہ بہت ساری بھلائی دیا گیا' نصیحت صرف عقلمند ہی حاصل کرتے ہیں ○

خراب اور حرام مال کی خیرات مسترد: ☆☆ (آیت: ۲۶۷-۲۶۹) اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیتا ہے کہ مال تجارت جو اللہ جل شانہ نے تمہیں دیا ہے' سونا چاندی اور پھل اناج وغیرہ جو اس نے تمہیں زمین سے نکال کر دیئے ہیں' اس میں سے بہترین مرغوب طبع اور پسند خاطر عمدہ عمدہ چیزیں اللہ کی راہ میں دو۔ ردی' واہیات' سڑی گلی' گری پڑی' بے کار' فضول اور خراب چیزیں راہ اللہ نہ دو' اللہ خود طیب ہے وہ خبیث کو قبول نہیں کرتا۔ تم اس کے نام پر یعنی گویا اسے وہ خراب چیز دینا چاہتے ہو جسے اگر تمہیں دی جاتی تو نہ قبول کرتے۔ پھر اللہ کیسے لے لے گا؟ ہاں مال جاتا دیکھ کر اپنے حق کے بدلے کوئی گری پڑی چیز بھی مجبور ہو کر لے لو تو اور بات ہے لیکن اللہ ایسا مجبور بھی نہیں وہ کسی حالت میں ایسی چیز کو قبول نہیں فرماتا' یہ بھی مطلب ہے کہ حلال چیز کو چھوڑ حرام چیز یا حرام مال سے خیرات نہ کرو۔

مسند احمد میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے جس طرح تمہاری روزیاں تم میں تقسیم کی ہیں' تمہارے اخلاق بھی تم میں بانٹ دیئے ہیں' دنیا تو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو بھی دیتا ہے اور دشمنوں کو بھی' ہاں دین صرف دوستوں کو ہی عطا فرماتا ہے اور جسے دین مل جائے' وہ اللہ کا محبوب ہے' اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' کوئی بندہ مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان مسلمان نہ ہو جائے' کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اس کی ایذاؤں سے بے خوف نہ ہو جائیں' لوگوں کے سوال پر آپ نے فرمایا' ایذا سے مراد دھوکہ بازی اور ظلم وستم ہے' جو شخص حرام وجہ سے مال حاصل کرے' اس میں اللہ برکت نہیں دیتا نہ اس کے صدقہ خیرات کو قبول فرماتا ہے اور جو چھوڑ کر جاتا ہے' وہ سب اس کے لئے آگ میں جانے کا توشہ اور سبب بنتا ہے' اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو اچھائی سے دفع کرتا ہے' خباثت سے خباثت نہیں مٹتی' پس دو قول ہوئے ایک تو ردی چیزیں' دوسرے حرام مال۔ اس آیت میں پہلا قول مراد لینا ہی زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت براء بن عازب ؓ فرماتے ہیں' کھجوروں کے موسم میں انصار اپنی اپنی وسعت کے مطابق

کھجوروں کے خوشے لا کر ستونوں کے درمیان ایک رسی لٹک رہی تھی اس میں لٹکا دیتے جسے اصحاب صفہ اور مسکین مہاجر بھوک کے وقت کھا لیتے' کسی نے جسے صدقہ کی رغبت کم تھی اس میں ردی کھجور کا ایک خوشہ لٹکا دیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تمہیں ایسی ہی چیز ہدیہ میں دی جائے تو ہرگز نہ لو گے ہاں اگر شرم لحاظ سے بادل ناخواستہ لے لو تو اور بات ہے' اس کے نازل ہونے کے بعد ہم میں سے ہر شخص بہتر سے بہتر چیز لاتا تھا (ابن جریر)

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ہلکی قسم کی کھجوریں اور واہی (خراب) پھل لوگ خیرات میں نکالتے جس پر یہ آیت اتری اور حضورؐ نے ان چیزوں سے صدقہ دینا منع فرمایا' حضرت عبداللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں' مومن کی کمائی کبھی خبیث نہیں ہوتی مراد یہ ہے کہ بیکار چیز صدقہ میں نہ دو' مسند میں حدیث ہے کہ حضورؐ کے سامنے گوہ کا گوشت لایا گیا۔ آپ نے نہ کھایا نہ کسی کو کھانے سے منع فرمایا تو حضرت عائشہؓ نے کہا' کسی مسکین کو دے دیں؟ آپ نے فرمایا جو تمہیں پسند نہیں اور جسے تم کھانا گوارا نہیں کرتیں' اسے کسی اور کو کیا دو گی؟ حضرت براءؓ فرماتے ہیں' جب تمہارا حق کسی پر ہو اور وہ تمہیں وہ چیز دے جو بے قدر و قیمت ہو تو تم اسے نہ لو گے مگر اس وقت جب تمہیں اپنے حق کی بربادی دکھائی دیتی ہو تو تم چشم پوشی کر کے اسی کو لے لو گے' ابن عباسؓ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ تم نے کسی کو اچھا مال دیا اور ادائیگی کے وقت وہ ناقص مال لے کر آیا تو تم ہرگز نہ لو گے اور اگر لو گے بھی تو اس کی قیمت گھٹا کر تو تم جس چیز کو اپنے حق میں لینا پسند نہیں کرتے اسے اللہ کے حق کے عوض کیوں دیتے ہو؟ پس بہترین اور مرغوب مال اس کی راہ میں خرچ کرو اور یہی معنی ہیں آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ کے بھی۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا اور عمدہ چیز دینے کا' کہیں اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ وہ محتاج ہے۔ نہیں نہیں۔ وہ تو محض بے نیاز ہے اور تم سب اس کے محتاج ہو' یہ حکم صرف اس لئے ہے کہ غرباء بھی دنیا کی نعمتوں سے محروم نہ رہیں گے' جیسے اور جگہ قربانی کے حکم کے بعد فرمایا لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ الخ' اللہ تعالیٰ نہ اس کا خون لے نہ گوشت وہ تو تمہارے تقوے کی آزمائش کرتا ہے' وہ کشادہ فضل والا ہے' اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں' صدقہ اپنے چہیتے حلال مال سے نکال کر اللہ کے فضل اس کی بخشش' اس کے کرم اور اس کی سخاوت پر نظریں رکھو' وہ اس کا بدلہ اس سے بہت بڑھ چڑھ کر تمہیں عطا فرمائے گا۔ وہ مفلس نہیں وہ ظالم نہیں' وہ حمید ہے' تمام اقوال وافعال' تقدیر و شریعت سب میں اس کی تعریفیں ہی کی جاتی ہیں' اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں' وہ ہی تمام جہانوں کا پالنے والا ہے' اس کے سوا کوئی کسی کی پرورش نہیں کرتا۔

حدیث میں ہے کہ ایک چوکا شیطان مارتا ہے اور ایک توفیق کی رہبری فرشتہ کرتا ہے' شیطان تو شرارت پر آمادہ کرتا ہے اور حق کے جھٹلانے پر اور فرشتہ نیکی پر اور حق کی تصدیق پر' جس کے دل میں یہ خیال آئے' وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرے اور جان لے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور جس کے دل میں وہ وسوسہ پیدا ہو وہ اعوذ پڑھے' پھر حضورؐ نے آیت اَلشَّيْطٰنُ الخ' کی تلاوت فرمائی (ترمذی) یہ حدیث عبداللہ بن مسعودؓ سے موقوفاً بھی مروی ہے' مطلب آیت شریفہ کا یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے شیطان روکتا ہے اور دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ اس طرح ہم فقیر ہو جائیں گے' اس نیک کام سے روک کر پھر بے حیائیوں اور بدکاریوں کی رغبت دلاتا ہے' گناہوں پر' نافرمانیوں پر' حرام کاریوں پر اور مخالفت حق پر اکساتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے برخلاف حکم دیتا ہے کہ خرچ فی سبیل اللہ سے ہاتھ نہ روکو اور شیطان کی دھمکی کے خلاف وہ فرماتا ہے کہ اس صدقہ کے باعث میں تمہاری خطاؤں کو بھی معاف کر دوں گا اور وہ جو تمہیں فقیری سے ڈراتا ہے' میں اس کے مقابلہ میں تمہیں اپنے فضل کا یقین دلاتا ہوں' مجھ سے بڑھ کر رحم و کرم' فضل و لطف کس کا زیادہ وسیع ہو گا اور انجام کار کا علم بھی مجھ سے زیادہ اچھا کسے حاصل ہو سکتا ہے؟